اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ کا موقف

دینی مدارس کے قیام کا بنیادی مقصد صرف یہ ہے کہ قرآن وسنت کے علوم کی تعلیم ایک ایسی فضاء میں دی جائے جو ہر قسم کی بیرونی مداخلت اور دباؤ سے آزاد ہو، اور جہاں نہ صرف قرآن وسنت کی تعلیم کسی قسم کی آمیزش کے بغیر ٹھیٹھ دینی نقطۂ نظر سے دی جاسکے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اخلاص، للّٰہیت اور اتباع سنت کی عملی تربیت بھی دی جائے۔ الحمدللہ برصغیر میں ''دینی مدارس'' صدیوں سے یہ خدمت کسی نام ونمود کے بغیر انجام دے رہے ہیں، انہوں نے انگریزی استعمار کے دور میں بھی خاموشی کے ساتھ علوم اسلامی کی شمع جلائے رکھی، اور دنیا کی ہر چمک دمک کو خیرباد کہہ کر اسلامی علوم کی خدمت انجام دیتے رہے جس کے نتیجے میں ہماری تاریخ کی وہ عظیم جگمگاتی ہوئی شخصیتیں پیدا ہوئیں جن کی خدمات پورے عالم اسلام میں سراہی گئیں۔

ان مدارس کا حقیقی فائدہ اسی صورت میں ظاہر ہوسکتا ہے جب یہ اپنے تعلیمی نظام اور اپنے ماحول کی صورت گری میں مکمل طور پر آزاد اور خود مختار ہوں، اور ان پر کسی قسم کا دباؤ نہ ہو، یہ آزادی اور خودمختاری مدرسے کے اربابِ حل وعقد کو اپنے کسی ذاتی مفاد کی خاطر مطلوب نہیں، بلکہ اس کا مقصد اسلامی علوم اور ان کے تحت پیدا ہونے والے مزاج ومذاق کا تحفظ ہے، اور یہ تحفظ اصحابِ مدارس کو اتنا عزیز ہے کہ اس کی خاطر انہوں نے بڑی سے بڑی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ آج تک کبھی کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ ان مدارس نے حکومتوں سے کوئی مالی امداد طلب کی ہو، آج تک کسی نے نہیں سنا ہوگا کہ ان مدارس کے اساتذہ یا منتظمین نے اپنی تنخواہوں کے اضافے یا اپنے مالی مفادات کے لئے کوئی مطالبہ یا کوئی احتجاج کیا ہو، بلکہ انگریزی استعمار کے دور میں، کبھی ان مدارس نے یہ مطالبہ بھی نہیں کیا کہ ان کی جاری کی ہوئی اسناد کو سرکاری طور پر منظور کیا جائے، اور باوجودیکہ انگریز نے معیشت کے دروازے ان لوگوں پر مکمل طور پر بند کردیئے تھے، ان اصحابِ مدارس نے روکھی سوکھی کھا کر اور موٹا جھوٹا پہن کر گزارا کیا، لیکن کبھی حکومت سے کوئی مدد مانگی، نہ عہدے اور منصب طلب کئے۔ ان قربانیوں کی وجہ صرف یہ تھی کہ انہوں نے اپنی زندگیاں قرآن وسنت کے تحفظ کے لیے وقف کی تھیں، اور اس کے ٹھیٹھ مزاج ومذاق کو محفوظ رکھنے کی خاطر وہ اپنا ہر مفاد قربان کرسکتے تھے۔

پاکستان کے دینی مدارس بھی بفضلہ تعالیٰ اسی راہ پر گامزن ہیں، البتہ انہوں نے حکومت کے ساتھ تعاون اور اس کے کسی معقول مطالبے سے کبھی انکار نہیں کیا، چنانچہ پچھلے دنوں حکومت کے مختلف نمائندوں کے ساتھ بار بار کے مذاکرات میں یہ بات طے ہوگئی تھی کہ مدارس کو رجسٹریشن پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ چنانچہ بیشتر دینی مدارس پہلے سے سوسائٹیز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہیں اور جو مدارس ابھی تک رجسٹرڈ نہیں ہیں ان کو بھی سوسائٹیز ایکٹ کے تحت ''رجسٹرڈ'' کرانے سے مدارس کو کوئی انکار نہیں۔ بشرطیکہ اس کے طریق کار میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے جو ان کی آزادی، خودمختاری اور ان کے متوارث طریق کار کے منافی ہو، حکومت کی طرف سے بھی بار بار اس بات کی یقین دہانی کرائی گئی تھی، لیکن زیر نظر مجوزہ آرڈی نینس کے بنظر غائر مطالعے کے بعد ہمیں افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس آرڈی نینس میں ان یقین دہانیوں کا کوئی عکس موجود نہیں ہے، اور اس میں رجسٹریشن کے نام پر دینی مدارس کی آزادی اور خودمختاری کو بالکلیہ سلب کرنے کی تجویز دی گئی ہے۔ آرڈی نینس کی خاص خاص باتیں مندرجہ ذیل ہیں:

مدرسہ ایجوکیشن بورڈ: اس مجوزہ آرڈی نینس کا ناقابل قبول پہلو یہ ہے کہ اس میں ملک کے تمام دینی مدارس کو ''**پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ**'' اور ''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کے ماتحت بنا کر ان کی آزادی اور خودمختاری کا بالکلیہ خاتمہ کردیا ہے۔

جہاں تک ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کا تعلق ہے خود اسی مجوزہ آرڈی نینس کی رو سے اس سے مراد وہ ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ''

ہے جو ماڈل دینی مدارس بورڈ آرڈیننس ۲۰۰۱ء کے تحت قائم ہو۔

ماڈل دینی مدارس کے آرڈی نینس کے اجراء کے وقت حکومت کی طرف سے بار بار یہ یقین دہانی کرائی گئی تھی کہ اس بورڈ کا مقصد صرف مجوزہ ماڈل دینی مدارس کا انتظام ہوگا، اور اس کا ان مدارس سے کوئی تعلق نہیں ہوگا جو اس بورڈ سے الحاق کرنا نہ چاہیں، چنانچہ وزارت مذہبی امور کی طرف سے ''ماڈل دینی مدارس: ضرورت، آرڈی نینس، نصاب'' کے نام سے جو کتابچہ شائع کیا گیا ہے، اس کے مقدمے میں وفاقی وزیر مذہبی امور جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی صاحب نے صراحۃً لکھا ہے کہ: ''اس آرڈی نینس کا مقصد نہ تو دینی مدارس کی خودمختاری اور آزادی کو ختم کرنا ہے، نہ ہی کسی مدرسہ یا دارالعلوم پر مجوزہ نصاب مسلط کرنا ہے، اور نہ کسی ادارے کو مدرسہ بورڈ کے ساتھ الحاق کرنے پر مجبور کیا جاسکتا ہے'' (ماڈل دینی مدارس، صفحہ ح)

لیکن اب ان واضح یقین دہانیوں کے برعکس اسلام آباد کے وفاقی علاقے کے دینی مدارس کو بورڈ سے رجسٹریشن کا پابند بنایا جارہا ہے، بلکہ دفعہ ۶ کے تحت، اسے تمام دینی مدارس کے رجسٹریشن اور ان کی کارگذاری (Operation) کے لیے اصل پالیسی ساز ادارہ قرار دے دیا گیا ہے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ دینی مدارس اپنے فرائض کی انجام دہی (Operation) کے لیے خود پالیسی وضع کرنے کے بجائے اس ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' کی بنائی ہوئی پالیسیوں کے تابع ہونگے۔

''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' ایک نیا بورڈ ہوگا جو ہر صوبے میں الگ الگ قائم کیا جائے گا۔ مجوزہ آرڈی نینس کی دفعہ ۴ کی رو سے اس کا چیئرمین چیف ایڈمنسٹریٹر اوقاف یا سیکریٹری وزارت مذہبی امور ہوگا، نیز وزارت تعلیم اور وزارت داخلہ کا ایک ایک افسر جو ایڈیشنل سیکریٹری کے رتبے سے کم نہ ہو، اس کے ممبر ہونگے، اور ڈائریکٹر اوقاف اس کا ممبر سیکریٹری ہوگا، اور چار ایسے نمایاں اشخاص اس کے ارکان ہونگے جو مذہبی تعلیم دینے سے متعلق رہے ہوں،، اس ہیئت ترکیبی سے صاف واضح ہے کہ اس بورڈ کا سربراہ اور تین ارکان سرکاری افسران ہونگے، اور چار افراد ایسے لیے جائیں گے جو مذہبی تعلیم دینے سے متعلق (involue) رہے ہوں، یعنی ان کا باقاعدہ عالم دین ہونا بھی ضروری نہیں، اتنا کافی ہے کہ وہ کسی حیثیت سے مذہبی تعلیم سے متعلق رہے ہوں۔ یہ ''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' صوبے کے تمام دینی مدارس کی نہ صرف رجسٹریشن کرے گا۔ بلکہ ان کی نگرانی اور ان کے لیے قواعد وضوابط بھی وضع کریگا۔ چنانچہ دفعہ ۶ کے شق ۲ میں کہا گیا ہے کہ: ''پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' اور ''صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ'' وہ تمام کام انجام دیں گے جن میں دینی مدارس کی رجسٹریشن، ان کی نگرانی اور ان کے قواعد وضوابط بنانا بھی شامل ہیں، اور اس کے علاوہ وہ تمام کام جو اس آرڈی نینس کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے ضروری ہوں''

دفعہ ۱۰......کی شق ۵ (A) میں کہا گیا ہے کہ دینی مدرسے کو رجسٹریشن کی درخواست کا این او سی لینے کے لیے یہ ضمانت لینی ہوگی کہ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ یا صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ انہیں جو اضافی مضامین پڑھانے کے لیے کہے، وہ دینی مدرسہ انہیں پڑھانے کو یقینی بنائے گا۔

نیز دفعہ ۱۶......میں کہا گیا ہے کہ پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ اگر وہ کسی دینی مدرسے کے بارے میں اس بات پر مطمئن نہ ہوں کہ اس میں کوئی بدنظمی، مالی معاملات میں بے قاعدگی یا آرڈیننس کے احکام یا اس کے تحت بنے ہوئے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی پائی جارہی ہے تو وہ اس مدرسے کی انتظامیہ کو معطل کر کے مدرسہ پر کوئی ایڈمنسٹریٹر یا نگران انتظامیہ مقرر کردے۔

دفعہ ۱۷......میں پاکستان مدرسہ ایجوکیشن بورڈ اور صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ اگر ان کی رائے میں کسی مدرسے میں اس آرڈی نینس کے احکام یا اس کے تحت بنائے ہوئے قواعد وضوابط کی خلاف ورزی پائی جائے تو وہ اس دینی مدرسے کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ معطل یا منسوخ کردیں۔

دفعہ ۲۷...... میں دونوں قسم کے بورڈز کو یہ ضوابط بنانے کے بھی اختیارات دیئے گئے ہیں کہ وہ مختلف سندات کے لیے کم سے کم کورس کا معیار متعین کریں، مختلف کورسز کے دورانیہ کا تعین کریں، تربیتی کورسز میں داخلے کی شرائط طے کریں، مدارس میں اساتذہ کے تقرر کے لیے کم سے کم تعلیمی معیار اور تجربہ کی مقدار مقرر کریں، امتحانات کا معیار اور امتحان کا طریق کار وغیرہ متعین کریں۔

مجوزہ آرڈیننس کے ان تمام احکام کو مدنظر رکھتے ہوئے جو صورت واضح طور پر سامنے آتی ہے وہ یہ کہ دینی مدارس کلی طور پر ان سرکاری بورڈز کے تابع ہونگے دینی مدارس کی پالیسیاں وضع کرنے سے لے کر نصاب کا تعین، امتحانات کے طریق کار، اساتذہ کا تقرر اور مدارس کا نظم ونسق چلانے تک ہر چیز ان بورڈز کے ماتحت ہوگی، اور دینی مدارس کی انتظامیہ کا کام صرف یہ ہوگا کہ وہ مدارس چلانے کے لیے مالی وسائل صرف اپنے بل بوتے پر اکٹھے کرے، (کیونکہ یہی ایک شعبہ ہے جس میں بورڈز نے اپنے سر کوئی ذمہ داری لینی مناسب نہیں سمجھی) اور ہر وقت اس کے سر پر یہ تلوار لٹکتی رہے کہ کسی بھی وقت بورڈز کے اہلکار اس پر بدعنوانی یا بے قاعدگی کا الزام عائد کر کے چاہیں تو انتظامیہ کو معطل کریں اور چاہیں تو مدرسے کا رجسٹریشن منسوخ کر کے اس کے تمام اثاثے دفعہ ۷ شق ۳ کے تحت کسی اور من پسند مدرسے کو دیدیں۔ ''صدر جنرل پرویز مشرف صاحب نے اپنے ۱۲ جنوری ۲۰۰۲ کے خطاب میں کہا تھا کہ:

اس مدرسہ Strategy کا کوئی مقصد نہیں ہے کہ مدرسوں کو خواہ مخواہ گورنمنٹ کے کنٹرول میں لیں، اور جو ان کی اتنی بہترین اچھائیاں ہیں ان کو ہم حکومت کے کنٹرول میں لے کر خراب کریں،، (نوائے وقت لاہور ۱۳/ جنوری ۲۰۰۲ء صفحہ ۸) نیز وفاقی وزیر مذہبی امور نے ''ماڈل دینی مدارس آرڈی نینس کے بارے میں کہا تھا کہ ''مقصد نہ تو دینی مدارس کی خود مختاری اور آزادی کو ختم کرنا ہے نہ ہی کسی مدرسہ یا دار العلوم پر مجوزہ نصاب مسلط کرنا ہے، اور نہ ہی کسی ادارہ کو مدرسہ بورڈ کے ساتھ الحاق کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے'' (ماڈل دینی مدارس صفحہ ح) صدر پاکستان سے لے کر وزیر مذہبی امور تک جس بات کی یقین دہانی کراتے رہے ہیں، مجوزہ آرڈیننس نے اس کے بالکل برعکس دینی مدارس کی خود مختاری اور آزادی کو مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ذریعے بالکلیہ ختم کر کے تمام دینی مدارس کو بیوروکریسی کے رحم وکرم پر چھوڑ دینے کا پروگرام بنایا ہے۔ ان وجوہ سے مجوزہ آرڈیننس میں صوبائی مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کا قیام اور دینی مدارس کی رجسٹریشن اور نگرانی کا کام اس کے اور پاکستان مدرسہ ایجوکیشن کے سپرد کرنا دینی مدارس کے لیے قطعی نا قابل قبول ہے۔ سرکاری سطح پر اس قسم کا بورڈ قائم کرنے کی نہ کوئی ضرورت ہے، نہ دینی مدارس کی رجسٹریشن سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ چونکہ آرڈیننس کا سارا ڈھانچہ بورڈز پر قائم ہے جو اصولاً ہی قابل قبول نہیں، اس لیے جزوی ترمیمات سے آرڈیننس کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ تاہم بورڈز کے قیام کے علاوہ مجوزہ آرڈیننس میں جو باتیں مزید قابلِ اعتراض اور نا قابل قبول ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

دفعہ ۳ شق ۴...... جن دینی مدارس میں طلبہ کی رہائش کا انتظام نہیں ہے، ان کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ ضلع ناظم کے وضع کردہ طریق کار کے مطابق ضلعی حکومت کو مدرسے کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کریں جن میں ان کے ذرائع آمدنی بھی داخل ہیں۔ ایسے مدارس جن میں طلبہ کی رہائش کا انتظام نہیں ہوتا عموماً چھوٹے مدارس اور مکتب ہوتے ہیں جو نہایت قلیل وسائل سے آبادی کی تعلیمی خدمت انجام دیتے ہیں۔ ضلعی انتظامیہ کو معلومات فراہم کرتے رہنا ان چھوٹے مدارس کو انتظامیہ کی طرف سے ہراساں کرتے رہنے کا سبب بنے گا۔

دفعہ ۷...... اس دفعہ میں نئے مجوزہ طریق کار کے مطابق ہر دینی مدرسے کو رجسٹریشن کا پابند بنایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو مدارس پہلے سے رجسٹرڈ ہیں ان کی رجسٹریشن کالعدم قرار دیدی گئی ہے، جس کا کوئی جواز نہیں۔

دفعہ ۹...... اس دفعہ میں رجسٹریشن کی درخواست کے ساتھ مدرسہ کے ذرائع آمدنی (g) اور مدرسہ کے اہم معاونین (k) کی تفصیلات

داخل کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔ دینی مدارس کے اکثر معاونین وہ ہوتے ہیں جو اخلاص کے ساتھ دین کی خدمت کے لیے مدارس کو چندے دیتے ہیں، ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو اپنے نام کا اعلان نہیں چاہتے یہ پابندی ان کے لیے ناقابلِ قبول ہوگی، نیز بہت سے چندہ دینے والے اس اعلان کے نتیجے میں سرکاری اہلکاروں کی طرف سے ہراساں کئے جانے کا خطرہ محسوس کریں گے، اور نتیجتاً مدارس کے چندے میں کمی واقع ہوگی۔ عجیب بات ہے کہ آج تک کسی انجمن، کسی جماعت یا کسی این جی اوز کو اس بات کا پابند نہیں کیا گیا کہ وہ اپنے چندہ دینے والوں کی فہرست حکومت کو مہیا کرے لیکن سارے معاشرے میں اس کام کے لیے صرف دینی مدارس کو منتخب کیا جا رہا ہے کہ وہ اپنے معاونین کی فہرست حکومت کو فراہم کریں۔

دفعہ ۱۰......اس دفعہ میں بورڈ کو رجسٹریشن کی درخواست دینے سے پہلے ہر دینی مدرسے کو پابند کیا گیا ہیکہ وہ پہلے ضلع ناظم سے این او سی حاصل کرے۔ ضلع ناظم کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ این او سی جاری کرنے سے پہلے بہت سی باتوں کا اطمینان کرے، اور مدرسہ کے ذمہ داروں سے متعدد ضمانتیں لے جن میں بورڈ کے تجویز کردہ اضافی نصاب کو اختیار کرنے کا عہد، متوقع ذرائع آمدنی اور چندوں کا اندازہ اور ۱۸ سال سے کم عمر غیر ملکی طلبہ کو داخلہ نہ دینے کا عہد بھی شامل ہے۔ اسی دفعہ کی شق ۳،۴ میں یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مدرسہ کی زمین مدرسے کی گورننگ باڈی کے نام منتقل ہو، کسی فرد یا خاندان کے نام نہ ہو۔ اس کا بظاہر تقاضا یہ ہے کہ کوئی مدرسہ کسی کرایہ کی جگہ پر قائم نہ ہو سکے۔ نیز دینی مدارس میں بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی فرد یا خاندان اپنی مملوکہ زمین میں دینی تعلیم کے لیے کوئی ادارہ قائم کر دیتا ہے۔ بالخصوص مدارس کے آغازِ قیام میں اس طرح کی صورتیں بکثرت پیش آتی رہتی ہیں۔ اور انہیں روکنے کی کوئی معقول وجہ موجود نہیں ہے۔

نیز اس دفعہ کی شق (vi) میں مدرسے کے عہدداروں یا انتظامیہ سے یہ بیان حلفی لینے کو کہا گیا ہے کہ مدرسہ یا مدرسہ سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص کسی بھی حیثیت میں کسی دہشت گردی، جنگجوئی، انتہاپسندی یا فرقہ وارانہ منافرت میں ملوث نہیں ہوگا۔ ملک کے تمام دوسرے اداروں، جماعتوں اور انجمنوں کو چھوڑ کر صرف دینی مدارس کے ذمہ داروں سے یہ بیان حلفی لینے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ ملک بھر میں دہشت گردی کے سب سے بڑے مجرم، نہ نسلی اور لسانی منافرت پھیلانے والے گروہ اور جماعتیں ہیں، نہ دوسرے تخریب پسند، بلکہ اس جرم کے سب سے بڑے مرتکب دینی مدارس ہیں۔ پھر نہ دہشت گردی کی کوئی تعریف قانون میں دی گئی ہے، نہ جنگجوئی، انتہاپسندی یا فرقہ وارانہ منافرت کی، جس کا مطلب یہ ہے کہ جو سرکاری اہل کار جس مدرسے پر چاہے من مانی تعریف کی بنیاد پر ان جرائم کا الزام لگا دے، اور اسے حلف نامے کی خلاف ورزی کے جرم میں بند کر دیا جائے۔ اسی دفعہ کی شق ۸ (viii) میں ضلع ناظم کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ ڈسٹرکٹ کوآرڈینیشن آفیسر سے رپورٹ حاصل کرے کہ مجوزہ جگہ پر مدرسے کے قیام سے فرقہ وارانہ جذبات پیدا نہیں ہونگے۔ نہ آبادی کو بے آرامی کا خطرہ ہوگا۔ یہ ساری مجمل باتیں بھی سرکاری اہل کاروں کے ہاتھ میں ایک ہتھیار ہوگا کہ وہ جس مدرسے کا قیام مرضی کے خلاف پائیں، اسے یہ کہہ کر روک دیں کہ فرقہ وارانہ جذبات پیدا ہونے کا یا آبادی کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے۔

دفعہ ۱۱......ضلع ناظم سے این او سی حاصل ہونے کے بعد درخواست بورڈ کو پیش کی جائے گی، اور وہ رجسٹریشن سے پہلے یہ اطمینان کرے گا کہ اسٹاف تعلیمی قابلیت کا حامل ہے۔ یہ معاملہ بھی بورڈ کی صوابدید پر چھوڑا گیا ہے۔ نیز بورڈ اس بات کا بھی اطمینان کرے گا کہ مدرسے کا قیام مذہبی تنازعات، فرقہ واریت، تفرقہ بازی یا منافرت کی فضا پیدا نہیں کرے گا۔ یہ سب باتیں چونکہ مستقبل کے خدشات سے متعلق ہیں، لہٰذا کسی بھی مدرسے کا رجسٹریشن ان میں سے کوئی بھی خدشہ ظاہر کر کے روکا جا سکتا ہے۔ اگر واقعۃً فرقہ وارانہ منافرت کا دروازہ بند کرنا ہے تو اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ سرکاری اہل کاروں کو یہ اختیار دیدیا جائے کہ وہ جس مدرسے کو چاہیں، اس بنیاد پر بند کر دیں۔ بلکہ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ فرقہ وارانہ منافرت کے

اسباب مثلاً ایک دوسرے کے اکابر اور قابل احترام شخصیتوں کی توہین وغیرہ کا واضح تعین کر کے ہر اس شخص کو بذریعہ عدالت مستوجب سزا قرار دیا جائے جو ان اسباب کا مرتکب ہو۔

دفعہ ۱۲......اس دفعہ کی شق ۳ میں رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کے حامل کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہرایا گیا ہے کہ وہ نہ صرف مجوزہ آرڈیننس، بلکہ اس کے تحت جاری ہونے والے تمام قواعد، ضوابط، احکام، شرائط اور ہدایات کی پابندی کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بات صرف رجسٹریشن کرانے کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ بورڈ کی لگائی ہوئی تمام شرائط، اس کے جاری کئے ہوئے تمام احکام اور ہدایات ہر مدرسے کے لیے واجب التعمیل ہیں جن کی خلاف ورزی پر مدرسہ بند کیا جا سکتا ہے۔ دینی مدارس کو ان احکام وہدایات میں اس طرح سے جکڑنے کے باوجود کیا یہ کہنے کا کوئی جواز ہے کہ دینی مدارس کو حکومت اپنے کنٹرول میں لے کر خراب کرنا نہیں چاہتی؟

دفعہ ۱۵......اس دفعہ (شق سی) کے تحت دینی مدرسہ کے اکاؤنٹ صرف بورڈ کے منظور کردہ بنک میں کھولے جا سکتے ہیں، اور حسابات کا آڈٹ صرف وفاقی وزارت مذہبی امور یا صوبائی محکمۂ اوقاف کے منظور کردہ آڈیٹرز سے کرایا جا سکتا ہے۔ (اصل دفعہ میں وفاقی یا صوبائی حکومت لکھا ہے، مگر تعریفات میں ''وفاقی حکومت'' سے مراد وفاقی وزارت مذہبی امور اور ''صوبائی حکومت'' سے مراد محکمۂ اوقاف یا صوبائی حکومت کا متعین کردہ کوئی اور ادارہ ہے)۔ دینی مدارس کو اس حد تک پابند کرنا کہ وہ اپنی پسند کے بنک میں خود نہ اکاؤنٹ کھول سکیں اور نہ آڈیٹر کا تعین کر سکیں، ایک ایسی پابندی ہے جس کی نظیر دوسرے اداروں میں ملنی مشکل ہے۔

دفعہ ۲۲......اٹھارہ سال سے کم عمر کے کسی غیر ملکی طالب علم کے داخلے پر پابندی لگا دی گئی ہے دینی مدارس میں چونکہ حفظ وناظرہ اور ابتدائی دینی تعلیم چھوٹے بچوں کو دی جاتی ہے جس کا بہت سے دوسرے ملکوں میں انتظام نہیں ہے، اس لیے بہت سے غیر ملکی بچوں کو ان کے والدین کسی سرپرست کے ہمراہ تعلیم کے لیے پاکستان بھیجتے ہیں یہ سرپرست بعض اوقات ان کا بڑا بھائی یا کوئی اور رشتہ دار ہی ہوتا ہے جو اوپر کے درجات میں زیر تعلیم ہوتا ہے، اور بعض اوقات والدین خود پڑھائی کی غرض سے اپنے بچے کے ساتھ پاکستان آجاتے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ ایسے بچوں کو تعلیم سے محروم رکھا جائے۔

دفعہ ۲۴......اس دفعہ میں وفاقی حکومت کی اجازت کے بغیر ہر قسم کی غیر ملکی امداد لینے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ اگر کوئی مدرسہ کسی بیرونی حکومت سے امداد لینا چاہے تو اس کے لیے یہ پابندی حق بجانب ہوسکتی ہے، لیکن اس دفعہ میں غیر ملکی پرائیویٹ اداروں بلکہ غیر ملکی افراد تک سے کوئی چندہ وصول کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔ بہت سے اہل خیر دوسرے ملکوں سے چھوٹی چھوٹی رقمیں بذریعہ چیک مدرسوں میں چندے کے طور پر بھیجتے ہیں، ان سینکڑوں اشخاص کی چھوٹی چھوٹی رقمیں وصول کرنے کے لیے وفاقی وزارت مذہبی امور سے اجازت حاصل کرنے کی پابندی سراسر بے جواز، غیر منصفانہ اور مشکلات پیدا کرنے کے مترادف ہے۔ ان تمام دفعات کا جائزہ لینے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چونکہ مجوزہ آرڈیننس کا پورا ڈھانچہ غلط اور ناقابل عمل تصورات پر مبنی ہے اس لیے اس میں جزوی ترمیمات کر کے اس کی اصلاح نہیں ہوسکتی اور اسے کلی طور پر مسترد کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ہم ایک بار پھر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ دینی مدارس نے حکومت کے کسی معقول مطالبے سے انکار نہیں کیا۔ چنانچہ رجسٹریشن کا جو طریقہ اب تک چلا آرہا ہے، اس کے تحت جو مدارس رجسٹرڈ نہیں ہیں ان کا رجسٹریشن کرا لیا جائے۔ حکومت کو مدارس کے جو کوائف مطلوب ہوں مدارس نے کبھی انہیں دینے سے انکار نہیں کیا۔ نیز اگر کسی مدرسے میں کوئی خلاف قانون بات نظر آئے تو اس کے خلاف قانونی کارروائی کا راستہ اب بھی کھلا ہوا ہے۔ اس کے لیے کسی نئے قانون کی ہرگز ضرورت نہیں ہے۔